



سنن ابن ماجہ پر حاشیہ سندھی کے منہجی و اسلوبی خصائص: تحقیقی و تجزیاتی جائزہ

*Exploring the Methodology and Style of Hashiyah Sindhi on Sunan Ibn Mājah: A Research and Analytical Review*

**Ghulam Mustafa**

M Phil Seerat chair ITC department ( UMT ) Lahore.

gmustafa5686@gmail.com

**Hafiz Abdullah Saleem**

Lecturer, Department of Basic Sciences & Humanities, University of Engineering and Technology Lahore (Narowal Campus)

Email: saleem59321@gmail.com

**Samreena Gulzar**

PhD scholar ITC department ( UMT ) Lahore.

samreena.gulzar775@gmail.com

**Abstract**

The study examines the methodological and stylistic features of Hashiyah Sindhi on Sunan Ibn Mājah. The essence of any Hadith commentary lies in the principles adopted for interpretation, the sources consulted, and the exegetical style employed. In this work, the commentator demonstrates a balanced approach, presenting Hadith in a simple and accessible manner while also engaging in necessary scholarly discussions to address the needs of advanced readers.

A notable aspect of the commentary is its reliance on Qur'ānic verses as primary evidence for clarifying Hadith, thereby making the intended meanings more comprehensible. Where required, the commentator applies principles of uşūl al-fiqh to distinguish between categories of rulings such as wājib, farḍ, sunnah, and mustahabb. Rich engagement with classical sources and the works of the Salaf further strengthens the commentary's scholarly value. Moreover, the author addresses apparent contradictions between narrations and provides reconciliations in line with the methodology of early scholars, offering clarity for both students and researchers.

**Keywords:** Hāshiyah Sindhī, Sunan Ibn Mājah, Hadith Methodology, Uşūl al-Fiqh, Exegetical Style, Classical Sources

**تعارفِ موضوع**

حدیث کی شروح اور حواشی اسلامی علوم میں ایک نہایت اہم اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، کیونکہ ان کے ذریعے نہ صرف نصوص حدیث کی توضیح و تشریح کی جاتی ہے بلکہ ان سے استنباطی اصول، فقہی مباحث اور ائمہ سلف کے منہج فہم حدیث کو بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ برصغیر میں تدوین حدیث کے ساتھ ساتھ اس کی شروح اور حواشی کا ایک گراں قدر علمی سرمایہ وجود میں آیا، جن میں ”حاشیہ سندھی علی سنن ابن ماجہ“ خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس حاشیے میں شارح نے جہاں حدیث کی تعبیر و تشریح کو سہل اور عام فہم انداز میں پیش کیا ہے، وہیں اہل علم کے لیے دقیق اور فنی مباحث کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اس کے اسلوب میں قرآن مجید سے استشہاد، اصول فقہ کے قواعد کا استعمال، اور قدیم مصادر و مراجع کی بھرپور رعایت نمایاں ہے۔ اس کے ذریعے شارح نے حدیثی مسائل میں وضاحت، ظاہری تعارضات کی تطبیق، اور فقہی احکام کے طبقات (واجب، فرض، سنت، مستحب) کی تعیین جیسے

پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ حاشیہ سندھی کا یہ علمی و منہجی سرمایہ نہ صرف برصغیر کے علمی ذوق کی عکاسی کرتا ہے بلکہ آج کے محققین اور طلبہ کے لیے بھی ایک قیمتی مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔

### ”حاشیہ سندھی“ کے مؤلف کا تعارف

نام: نقیہ اسلام، عالم الحدیث والتفسیر ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی السندھی<sup>1</sup>

ولادت: سندھ میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی پھر ایران کے علاقے تستر میں چلے گئے وہاں کئی مشائخ سے مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کی، جن میں مشہور یہ ہیں: السید محمد البرزنجی، ملا ابراہیم الکورانی، الشیخ محمد حیاة السندھی۔ پھر مدینہ منورہ پڑھنے کے لیے گئے وہاں فضل و تزکیہ میں شہرت پائی۔<sup>2</sup> مؤلفات: آپ ماہر شیخ، ایک عظیم محقق، حدیث، تفسیر، فقہ اور کئی علوم میں عظیم مقام رکھتے تھے۔ کئی مفید مؤلفات ہیں، جن میں کتب السنہ پر مفید حواشی لگائے لیکن جامع الترمذی کا حاشیہ مکمل نہ کر پائے۔ اس کے علاوہ: حاشیة علی فتح القدیر، حاشیة علی البیضاوی، حاشیة علی الزہراویں للملا علی القاری، حاشیة علی حاشیة شرح جمع الجوامع الأصولی لأبن قاسم المسماة بالآیات البینات وشرح علی الأذکار للنووی بھی ان کی عظیم مؤلفات میں سے ہیں۔<sup>3</sup>

وفات: آپ رحمہ اللہ 1138ھ کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔<sup>4</sup>

### حاشیہ سندھی کے منہج و اسلوب کا جائزہ

ابوالحسن سندھی نے سنن ابن ماجہ پر اپنے حاشیے میں شرح حدیث کے حوالے سے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں، جس کی تفصیلات آگے آرہی ہیں لیکن دراسہ اسانید کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ سند کے اتصال و انقطاع کی وضاحت اور حکم الحدیث ذکر کیا ہے، منتخب شروحات سے تقابل کے زاویے سے دیکھا جائے تو شیخ جانناز کا دراسہ اسانید پر انجام الحاجتہ میں مفصل کام ہے۔ کتب سنہ، دیگر دو اویں حدیث اور کتب تخریج سے مطوّل تخریج کا ہتمام کیا ہے، روایان حدیث کے تعارف میں تحقیق حدیث کے حوالے سے تمام ضروری معلومات جمع کر دی ہیں۔ ابن ماجہ کی ایک اور شرح مشارق الانوار از الاثیوبی میں تخریج حدیث مختصر ہے جبکہ روایان حدیث کا تعارف انجام الحاجتہ کی نسبت اضافی افادات سے مزین ہے، لطائف الاسناد، سند میں موجود رواۃ کی تعداد، رواۃ صحابہ کے امتیازات و خصوصیات، رواۃ کے اسماء میں نسبتیں اور وجہ نسبت کی وضاحت اور حکم الحدیث ذکر کیے ہیں۔

1 العلامة عبد الحئی بن فخر الدین الحسینی: الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام المسمی بـ (نزہة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر)، جلد 6، صفحہ 685. تذکرہ تحت طبقة ثانیة عشرة فی اعیان القرن الثانی عشر. مطبوعہ دار ابن

حزم، بیروت، لبنان، 1420ھ/ 1999ء

2 ایضاً

3 ایضاً

4 ایضاً

## امام سندھی کا حکم الحدیث میں منج

قرآن کریم کے بعد حدیث اسلام کا دوسرا بنیادی مصدر ہے، قرآن کی طرح حدیث بھی عہد نبوی میں حفظ و کتابت کی صورت میں محفوظ ہونے لگی، بعض صحابہ کرام نے اس سے والہانہ محبت کی وجہ سے اپنی زندگی حدیث مبارکہ کی خدمت میں لگا دی اور ہزاروں احادیث کا خزانہ امت تک پہنچایا، حدیث کو آگے پہنچانے کے معاملے میں بہت زیادہ حساسیت کا فرما تھی، اس کی وجہ رسول اللہ ﷺ کی مشہور حدیث ہے:

قَالَ ابْنُ مَاجَهَ: عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ: إِنِّي لَا أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فَلَانٌ وَفُلَانٌ. قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَفَارِقْهُ، وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.<sup>5</sup>

عامر بن عبد اللہ بن زبیر اپنے باپ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے اپنے باپ یعنی زبیر سے عرض کیا کہ میں نے کبھی آپ سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں سنیں۔ جیسا کہ فلاں، فلاں بیان کرتے ہیں، کہا میں کبھی آپ سے الگ تھلگ نہیں رہا لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح بعض کبار صحابہ حدیث بیان نہیں کرتے تھے یا ان کی مرویات کی تعداد بہت کم ہے، اس احتیاط کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں احادیث کی حفاظت پر کس طرح پہرہ دیا گیا، یہ سوچنا بھی محال ہے کہ انہوں نے حدیث کی روایت میں کسی قسم کی کذب بیانی یا خیانت سے کام لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رجال کا پیدا فرمائے جنہوں نے حدیث کی جمع و تنقیح کے لیے زمین کے طول و عرض کے سفر کیے۔ اس ممتاز طبقے کو محدثین کہا جاتا ہے۔ کچھ ہی عرصے میں انہیں حکومت کی طرف سے بھی غیر معمولی مقام حاصل ہو گیا، اس اعزاز و اکرام کو دیکھتے ہوئے ایک دنیا دار مفاد پرست گروہ سامنے آیا۔ خود تو اس قابل تھے نہیں کہ محدثین جتنی محنت کر سکتے، انہوں نے سستی شہرت کے حصول کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی طرف سے احادیث وضع کرنا شروع کر دیں۔ وضع حدیث کے پیچھے مختلف عوامل تھے نتیجتاً حدیث کے پاکیزہ اور خالص ذخیرے میں بہت سی جعلی روایات کی ملاوٹ ہو گئی، محدثین نے نہایت ہی اعلیٰ نوعیت کا اہتمام فرمایا کہ دن رات کی محنت سے احادیث بیان کرنے والوں کا ریکارڈ مرتب کرنا شروع کر دیا۔ ان کی کاوشوں سے اسناد، اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کا وہ فن وجود میں آیا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

آپ ﷺ کے ارشادات کی صحت کی معرفت صحیح سند سے ہو سکتی ہے، اور سند کا صحیح ہونا اس طرح معلوم ہو گا کہ اس کے تمام راوی ثقہ اور عادل ہوں۔ اسناد کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ جن افراد کے ناموں کا مجموعہ ہے، ان کے واسطے سے ہمیں احادیث، تفسیر، اور شریعت کے

<sup>5</sup> ابن ماجہ، أبو عبد الله محمد بن يزيد الرُّبَعي - مولا هم - القزويني (209 هـ - 273 هـ)، سنن ابن ماجه، حقه وعلق عليه وحكم على أحاديثه: عصام موسى هادي، الناشر: دار الصديق للنشر، الجبيل - السعودية، الطبعة: الثانية، 1435 هـ - 2014 م، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم- باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، مجلد: 1 صفحة: 13، رقم الحديث:

دیگر آخذ پینچے ہیں۔ تو گویا آپ ﷺ کے ارشادات، صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے امت کے تفسیری اقوال کی صحت و عدم صحت کا مدار سند پر ہے، اسی لیے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: **الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ** <sup>6</sup> سند بیان کرنے کا عمل دین کا حصہ ہے۔

اس لیے امام حاکم ”معرفة علوم الحديث“ میں عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (۱۸۱ھ) کا مذکورہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فلولا الإسناد وطلب هذه الطائفة له وكثرة مواظبتهم على حفظه لدرس منار الإسلام، ولتتمكن أهل الإلحاد والبدع فيه بوضع الأحاديث، وقلب الأسانيد، فإن الأخبار إذا تعرت عن وجود الأسانيد فيها كانت بترا <sup>7</sup>

اگر سند نہ ہوتی، اور سند کے سلسلے میں محدثین کا مذکورہ سخت طرز عمل نہ ہوتا تو اسلام کی علامت مٹ چکی ہوتی، جس کے نتیجے میں ملحدین اور اہل بدعت جھوٹی حدیثیں گھڑ کر اور اٹلی سند ہمیں پیش کر کے دین میں گھس جاتے، کیونکہ احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو ان کی بنیاد ختم ہو کر ناقص رہ جائے گی۔

حدیث اپنی تدوین کے سنہرے دور میں جمع کر دی گئی ہے، ذخیرہ حدیث میں کتب ستہ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے، صحیحین پر امت کا اجماع ہے کہ کلام اللہ کے بعد یہ صحیح ترین کتب ہیں، بقیہ کتب حدیث پر ہر دور میں تحقیق جاری ہے، حدیث کی تحقیق اور حکم لگانے میں محققین کے ہاں مختلف مناہج پائے جاتے ہیں۔ امام ابوالحسن سندھی نے شاذ و نادر کچھ احادیث کے ضعف اور وجہ ضعف کی طرف راہنمائی فرمائی ہے، ذیل میں اس کی امثلہ پیش کی جاتی ہیں:

مثال 1:

قَالَ ابْنُ مَاجَهَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُؤَمَّلِ بْنِ الصَّبَّاحِ ، وَعَبَادُ بْنُ الْوَلِيدِ ، قَالَا : حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ زَبَانَ ، حَدَّثَنَا جَبَانُ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ ابْنِ زِيَادٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلِ بْنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُجْزَى مِنَ الْوُضُوءِ مَدُّ وَمِنَ الْغُسْلِ صَاعٌ ، فَقَالَ رَجُلٌ : لَا يُجْزَى ، فَقَالَ : قَدْ كَانَ يُجْزَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَ أَكْثَرُ شَعْرًا ، يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. <sup>8</sup>

امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: محمد بن مؤمل بن الصباح وعباد بن الولید از بکر بن یحییٰ بن زبانا از حبان بن علی وہ یزید بن ابی زیاد وہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وضو میں ایک مد اور غسل میں ایک صاع پانی کافی ہے“، اس پر ایک شخص نے کہا: ہمیں اتنا پانی کافی نہیں ہوتا، تو انہوں نے کہا: تم سے بہتر ذات کو، اور تم سے زیادہ بالوں والے (یعنی نبی اکرم ﷺ) کو کافی ہو جاتا تھا۔ مفہوم الحدیث: عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے گویا یہ بتلایا کہ ایک مد اور ایک صاع پانی کا کافی نہ ہونا وہی وجہ سے ہو سکتا ہے، ایک تو احتیاط

<sup>6</sup> مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري النيسابوري، صحيح مسلم، الناشر: دار الجيل - بيروت (مصورة من الطبعة التركيبية المطبوعة في استانبول سنة 1334 هـ)، عدد الأجزاء: 8، ترقيم الأحاديث، وفق طبعة: (دار إحياء الكتب العربية - القاهرة)، مقدمه صحيح مسلم: مجلد: 1، صفحة: 12

<sup>7</sup> الحاكم، أبو عبد الله، محمد بن عبد الله النيسابوري [ت 405 هـ]، معرفة علوم الحديث، الطبعة: الأولى 1356 هـ - 1937 م، الناشر: جمعية دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن - الهند، صفحة: 6

<sup>8</sup> ابن ماجه، سنن ابن ماجه، أبواب الطهارة وسننها - باب ما جاء في مقدار الماء للوضوء والغسل من الجنابة، مجلد: 1، صفحة: 180، رقم الحديث: 270

اور تقویٰ، دوسرے بالوں کی کثرت، تو اللہ تعالیٰ کے رسول تم سے زیادہ متقی اور محتاط تھے، اور آپ ﷺ کے بال بھی تم سے زیادہ تھے، جب آپ کو اتنا پانی کافی تھا تو تم کو کافی کیوں نہیں، سوائے اس کے کہ تم شکلی مزاج ہو یا دوسوسہ کا شکار، کوئی اور وجہ تو ہے نہیں۔  
قال الشارح في درجته: وفي الزوائد إسناده ضعيف لضعف حبان ويزيد انتهى والحديث الفعلي ثابت في الصحيحين وغيرهما من رواية أنس والله تعالى أعلم.<sup>9</sup>

**وضاحت:**

امام ابوالحسن سندھی نے مصباح الزجاجة ابو بصیری<sup>10</sup> کے حوالے سے اس حدیث کا ضعف اور وجہ ضعف واضح کیا ہے کہ یہ حدیث حبان اور یزید کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

**مثال 2:**

قَالَ ابْنُ مَاجَهَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ ، حَدَّثَنَا الْخَلِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ ابِوْبَكْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طَهْوَرٍ ، وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ .<sup>11</sup>  
امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: محمد بن عقیل از خلیل بن زکریا از ہشام بن حسان وہ حسن وہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کوئی نماز بغیر پاکی (وضو) کے اور کوئی صدقہ چوری کے مال سے قبول نہیں فرماتا۔“  
مفہوم الحدیث: غلول، مال غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں۔ یہاں مطلق حرام مال مراد ہے، یعنی حرام مال سے دیا ہوا صدقہ اللہ کی رضامندی کا باعث نہیں ہوتا، اور نہ اس پر ثواب ملتا ہے۔

قال الشارح في درجته: إسناده ضعيف لضعف الخليل بن زكريا قلت حديث ابو هريرة في الصحيحين و ابو داود بلفظ لا يقبل الله صلاة من أحدث حتى يتوضأ والله تعالى أعلم.<sup>12</sup>

**وضاحت:**

امام ابوالحسن سندھی نے اس حدیث کا ضعف اور وجہ ضعف واضح کیا ہے کہ یہ حدیث خلیل بن زکریا کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔  
امام سندھی کا شرح حدیث میں منہج

<sup>9</sup> السندي، محمد بن عبد الهادي التتوي، أبو الحسن، نور الدين (ت 1138 هـ)، حاشية السندي على سنن ابن ماجه = كفاية الحاجة في شرح سنن ابن ماجه، الناشر: دار الجيل - بيروت، بدون طبعة، الأثيوبي، مجلد: 1، صفحة: 114  
<sup>10</sup> البوصيري، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل بن سليم بن قايماز بن عثمان الكنانى الشافعي (المتوفى: 840 هـ)، مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه، تحقيق: محمد المننقى الكشناوي، الناشر: دار العربية - بيروت، الطبعة: الثانية، 1403 هـ، مجلد: 1، صفحة: 91، الحديث: 270  
<sup>11</sup> ابن ماجه، سنن ابن ماجه، أبواب الطهارة وسننها - باب لا يقبل الله صلاة بغير طهور، مجلد: 1، صفحة: 182، رقم الحديث: 274  
<sup>12</sup> السندي، حاشية السندي، مجلد: 1، صفحة: 118

تمہید

شروحات حدیث کا بنیادی حصہ متن حدیث کا فہم ہوتا ہے، اس میں حدیث کی شرح کے اصول و ضوابط کا جائزہ لیا جاتا ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ کن اصولوں کے مطابق اس میں احادیث کی توضیح پیش کی گئی ہے، حدیث کی شرح میں کہاں سے استفادہ کیا گیا ہے، وضاحت حدیث میں کیا منہج و اسلوب اپنایا گیا ہے۔ منتخب شروحات میں شارحین نے حدیث کی تشریح و توضیح میں بہت عمدہ، سہل اور آسان، عام فہم اور حاشیہ سندھی میں نسبتاً مختصر انداز اختیار کیا ہے، مگر اہل علم کی پیاس بجھانے کے لیے ضروری علمی ابحاث بھی زیر بحث لائے ہیں۔ منہج و اسلوب کا معیار محققانہ، انداز بیانیہ اور توضیح و تشریح عالمانہ و فاضلانہ ہے۔ احادیث کی تشریح و استشہاد کے لیے آیات قرآنیہ سے استدلال تینوں شارحین کا میزہ ہے جس سے نفس حدیث کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ دیگر متون حدیث کو جمع کر کے مسائل اخذ کرنا آپ کا طریقہ ہے۔ اقوال صحابہ و تابعین سے خوب استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح علماء امت اور فقہائے عظام کے مابین اختلافی امور کو انتہائی ادب و احترام کے ساتھ بیان کیا ہے اور پھر دلائل کے اعتبار سے راجح مسلک کی نمائندگی کی ہے۔ بہت سی احادیث میں وارد الفاظ کی تفہیم کے لیے اصول فقہ کے قواعد کی ضرورت ہوتی ہے، اس ضرورت کے پیش نظر بہت سی جگہوں پر کسی حکم یا مسئلہ کی توضیح اس اعتبار سے بھی کرتے ہیں کہ یہ واجب ہے، فرض ہے، سنت ہے یا مستحب وغیرہ۔ اسی طرح بعض احادیث میں ظاہری طور پر تعارض پایا جاتا ہے۔ جس کا حل اور تطبیق اہل علم پر مخفی نہیں ہوتا، مگر طلبہ و متعلمین کے لیے اسے سمجھنا دشوار ہوتا ہے، شارح رحمہ اللہ نے تعارض بین الاحادیث کو بھی خوب احسن طریقے سے حل کیا ہے اور ایسی احادیث جن کے درمیان ظاہری طور پر تضاد پایا جاتا ہے، منہج سلف کے مطابق ان کے درمیان تطبیق کی ممکنہ صورتیں بھی بیان کی ہیں۔ اسی طرح باطل اور گمراہ فرقوں کا رد بھی کیا اور ان علمی محاکمہ کے ذریعے ان کے دلائل کی تردید کرتے ہوئے کتاب و سنت کی بالادستی کو واضح کیا۔ الغرض آئندہ سطور میں شارحین کا شرح حدیث کی توضیح میں منہج و اسلوب بالترتیب مع الامثلہ ذکر کیا جاتا ہے، جس سے کتاب کی افادیت بھی ظاہر ہوگی اور اس سے استفادہ کرنا بھی آسان اور سہل ہوگا۔

ذیل میں حاشیہ سندھی کے شرح حدیث کے حوالے سے مناج کا بیان ہے:

آیات قرآنی سے استدلال

مثال:

قَالَ ابْنُ مَاجَهَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ أَبِي شَهَابٍ ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَّمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا ، فَأَقْتُلُوا مِنْهَا الْأَسْوَدَ الْهَيْمِ ، وَمَا مِنْ قَوْمٍ اتَّخَذُوا كَلْبًا ، إِلَّا كَلَبَ مَاشِيَةً أَوْ كَلَبَ صَيْدٍ أَوْ كَلَبَ حَرْثٍ ، إِلَّا نَقَصَ مِنْ أَجُورِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ .<sup>13</sup>

<sup>13</sup> ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، أبواب الصيد - باب النهي عن اقتناء الكلب إلا كلب صيد أو حرث أو ماشية، مجلد: 4، صفحة: 364، رقم الحديث: 3205

امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: ابو بکر بن ابی شیبہ از احمد بن عبد اللہ از ابی شہاب، از یونس بن عبید از الحسن وہ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کتے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے، تو میں یقیناً ان کے قتل کا حکم دیتا، پھر بھی خالص کالے کتے کو قتل کر ڈالو، اور جن لوگوں نے جانوروں کی حفاظت یا شکاری یا کھیتی کے علاوہ دوسرے کتے پال رکھے ہیں، ان کے اجر سے ہر روز دو قیراط کم ہو جاتے ہیں۔“

مفہوم الحدیث: مذکورہ حدیث کا مفہوم ذیل میں شارح سنن ابن ماجہ امام سندھی کے کلام سے واضح ہے۔  
قال الشارح: قوله (لولا أن الكلاب أمة من الأمم) أي: أمة خلقت لمنافع أو أمة تسبح، وهو إشارة إلى قوله تعالى: {وما من دابة في الأرض} [الأنعام: 38] إلى قوله: {إلا أمة أمثالكم} [الأنعام: 38]<sup>14</sup>

وضاحت:

حدیث کے الفاظ کہ ”کتے اگر امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتی“، ابو الحسن سندھی نے اس کا مطلب قرآنی آیت سے واضح کیا ہے کہ کتا بھی کائنات کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ ہر مخلوق کی طرح اس کی تخلیق کے بھی فوائد اور حکمتیں ہیں، یہ بھی اپنے انداز میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ کسی مخلوق کو ختم کرنا ممکن نہیں، اس لئے قتل کا حکم دینا بے کار ہے، کتنے ہی قتل کرو لیکن جب تک دنیا باقی ہے، دنیا میں کتے ضرور باقی رہیں گے، آپ دیکھئے کہ سانپ، بچھو، شیر اور بھیڑیے، لوگ سینکڑوں اور ہزاروں سال سے جہاں پاتے ہیں مار ڈالتے ہیں، مگر کیا یہ حیوانات دنیا سے مٹ گئے؟ ہرگز نہیں۔

شارحین حدیث سے استفادہ

امام دیمیری سے استفادہ

قَالَ ابْنُ مَاجَهَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ ( ح ) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعَقَّلٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ، ثُمَّ قَالَ: مَا لَهُمْ وَلِلْكِالِبِ؟ ثُمَّ رَخَّصَ لَهُمْ فِي كَلْبِ الزَّرْعِ وَكَلْبِ الْعَيْنِ . قَالَ بُنْدَاؤُ: الْعَيْنُ حَيْطَانُ الْمَدِينَةِ.<sup>15</sup>  
امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: محمد بن بشار از عثمان بن عمر، از محمد بن الولید از محمد بن جعفر از شعبہ از ابی التیاح از مطرف وہ عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کے قتل کا حکم دیا، پھر فرمایا: ”لوگوں کو کتوں سے کیا مطلب ہے؟“ پھر آپ نے کھیت اور باغ کی رکھوالی کرنے والے کتوں کی اجازت دے دی۔ بندار کہتے ہیں: عین سے مراد مدینہ کے باغات ہیں۔

مفہوم الحدیث: جو کتے کھیت اور باغ کی حفاظت کے لئے پالے جاتے ہیں ان کا پالنا جائز ہے، دوسری روایت میں ریوڑ یعنی جانوروں کی حفاظت کے لئے بھی پالنا آیا ہے، شریعت سے صرف تین ہی کتوں کا جو از ثابت ہے، ایک شکاری کتا، دوسرے باغ یا کھیت کی حفاظت کا، تیسرے ریوڑ کا، اور اس پر قیاس کر کے دوسری ضرورتوں کے لیے کتوں کو بھی پالا جاسکتا ہے، جیسے آج کل جاسوسی کے لیے، اور جنگل میں چور سے حفاظت کے لئے، امید ہے کہ یہ بھی

<sup>14</sup> السندي، محمد بن عبد الهادي التتوي، أبو الحسن، نور الدين (ت 1138هـ)، حاشية السندي على سنن ابن ماجه = كفاية الحاجة في شرح سنن ابن ماجه، الناشر: دار الجيل - بيروت، مجلد: 2، صفحة: 289

<sup>15</sup> ابن ماجه، سنن ابن ماجه، أبواب الصيد - باب قتل الكلاب إلا كلب صيد أو زرع، مجلد: 4، صفحة: 361، رقم الحديث: 3201

جائز ہو، لیکن بلا ضرورت کتابا لانا ہماری شریعت میں جائز نہیں، بلکہ اس سے اجر اور ثواب میں نقصان پڑتا ہے، جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے اس مکان میں نہیں جاتے جہاں مورت ہو، یا کتا یعنی رحمت کے فرشتے۔  
 قال الشارح: قوله (وكلب العين) قال الدميري في لفظ مسلم والنسائي، «ثم رخص في كلب الصيد والغنم» فلفظ المصنف كلب العين تصحيف والصواب الغنم، ثم قال وتفسير العين بالحيطان خلاف المعروف ففي النهاية العين جمع أعين وهو واسع العين والمرأة عيناء.<sup>16</sup>

وضاحت:

ابو الحسن سندھی اس حدیث کی شرح میں دمیری رحمہ اللہ سے استفادہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: امام مسلم اور امام نسائی کی روایت میں ہے: ثم رخص في كلب الصيد والغنم اس لیے ابن ماجہ کا لفظ تصحیف ہے، صواب ”الغنم“ ہے۔ ملاحظہ ہو: حیاة الحيوان للدميري۔

امام نووی سے استفادہ

قَالَ ابْنُ مَاجَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَأَبُو مُصْعَبٍ الزُّهْرِيُّ، وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ سُمَيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَّابَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ، فَلْيَعْجَلِ الرَّجُوعَ إِلَى أَهْلِهِ.<sup>17</sup>  
 امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: هشام بن عمار و ابو مصعب الزہری و سويد بن سعيد از مالک بن انس از سمي مولى ابى بكر بن عبد الرحمن از ابى صالح السمان وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، وہ تمہارے سونے، اور کھانے پینے کی سہولتوں (میں رکاوٹ بنتا ہے، لہذا تم میں سے کوئی جب اپنے سفر کی ضرورت پوری کر لے، تو جلد سے جلد اپنے گھر لوٹ آئے۔“  
 قال الشارح: (قطعة من العذاب) هكذا المروي وما اشتهر السفر قطعة من النار فهو نقل بالمعنى قوله: (يمنع أحدكم نومه وطعامه وشربه) بيان لسبب كونه قطعة من العذاب، قال النووي: أي يمنع كمالها ولذيتها لما فيه من المشقة والتعب ومقاساة الحر والبرد والسرى والخوف ومفارقة الأهل والأصحاب وخشونة العيش، وفي المقاصد الحسنة.<sup>18</sup>

وضاحت:

اس حدیث میں سفر کو عذاب کا ایک ٹکڑا کہا گیا ہے، اور جو مقولہ مشہور ہے کہ ”آگ کا ایک ٹکڑا ہے“ یہ روایت بالمعنی ہے۔ سفر میں نہ تو نیند پوری ہوتی ہے اور نہ کھانے پینے ہی میں کوئی مزہ آتا ہے۔ تھکاؤ و مشقت اس کے علاوہ ہوتی ہے گرمی سردی بھی برداشت کرنا پڑتی ہے۔ رات کو چلنا خوف و ہراس اور اہل و اولاد کی جدائی مزید پریشانی کا باعث ہے۔ ان حالات میں عقل و طبیعت کا تقاضا ہے کہ جب مسافر اپنی ضرورت و حاجت پوری کرنے کے بعد واپس لوٹ آئے۔

16 حاشیة السندی، مجلد: 2، صفحہ: 289

17 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، أبواب المناسك - باب الخروج إلى الحج، مجلد: 4، صفحہ: 133، رقم الحدیث: 2882

18 حاشیة السندی، مجلد: 2، صفحہ: 207

### عربی میں مستعمل فارسی الفاظ کی وضاحت

قَالَ ابْنُ مَاجَهَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ ، حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْجَمَّانِيُّ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنِ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ ، عَنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ: أَتَشْتَبِي شَيْئًا؟ أَتَشْتَبِي كَعْكًا ، قَالَ: نَعَمْ ، فَطَلَبُوا لَهُ<sup>19</sup> امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: سفیان بن وکیع از ابو یحییٰ الجمانی از الاعمش از یزید الرقاشی وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور اس سے پوچھا: ”کیا تمہارا جی کسی چیز کی خواہش رکھتا ہے؟“ جواب دیا: میرا جی ایک (کھانے کو) چاہتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے، پھر صحابہ نے اس کے لیے ایک منگوایا۔“

مفہوم الحدیث: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مریض کوئی چیز کھانے کیلئے طلب کرتا ہے اور وہ اس کیلئے مضر صحت نہیں ہے تو اسکو وہ چیز فراہم کی جائے۔

قال الشارح: (أشتبي كعكا) وهو خبز معلوم فارسي معرب.<sup>20</sup>

### وضاحت:

اس حدیث میں روٹی کے لیے ”کعکا“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، شارح نے وضاحت فرمائی کہ یہ فارسی لفظ ہے جو عربی میں استعمال ہونے لگا۔

### حکم تکلیفی واضح کرنا

قَالَ ابْنُ مَاجَهَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ ، وَسَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ ، عَنِ عَبْدِادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.<sup>21</sup>

امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: شام بن عمار، وسهل بن ابی سهل، وإسحاق بن إسماعیل از سفیان بن عیینہ از زہری از محمود بن الربیع وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔“

مفہوم الحدیث: ”کوئی نماز نہیں“ کا مطلب ہے کہ فرض اور نفل نماز امام، مقتدی اور اکیلے کی نماز سب کا ایک ہی حکم ہے۔ یعنی سب کے لئے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔

قال الشارح: فالحق أن الحديث يفيد بطلان الصلاة إذا لم يقرأ فيما بفاتحة الكتاب نعم يمكن أن يقال قراءة الإمام قراءة المقتدي إذا ترك الفاتحة وقرأها الإمام بقي أن الحديث يوجب قراءة الفاتحة في تمام الصلاة لا في كل ركعة لكن إذا ضم إليه «قوله صلى الله عليه وسلم و افعل في صلاتك كلها للأعرابي المسيء صلاته» يلزم افتراضها في كل ركعة ولذلك عقب هذا الحديث بحديث الأعرابي في صحيح البخاري فله دره ما أدقه.<sup>22</sup>

<sup>19</sup> ابن ماجه، سنن ابن ماجه، أبواب الطب - باب المريض يشتهي الشيء، مجلد: 4، صفحة: 499، رقم الحديث: 3441

<sup>20</sup> حاشية السندي، مجلد: 2، صفحة: 341

<sup>21</sup> ابن ماجه، سنن ابن ماجه، أبواب الطب - باب المريض يشتهي الشيء، مجلد: 2، صفحة: 24، رقم الحديث: 837

<sup>22</sup> حاشية السندي، مجلد: 1، صفحة: 277

**وضاحت:**

حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر نماز میں فاتحہ نہیں پڑھی گئی تو نماز باطل ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر امام نے فاتحہ پڑھی تو مقتدی کی قرأت بھی ہوگئی، اس حدیث کی رو سے تمام نماز میں فاتحہ کی قرأت واجب ہے، اگر اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث دیکھ لی جائے جس میں آپ نے نماز میں بھولنے والے بدو کو فرمایا کہ اپنی نماز میں یہی کرو۔ تو اس سے ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا ہے۔ اسی لیے صحیح بخاری میں اس حدیث کے بعد بدو کی حدیث کا ذکر کیا گیا ہے، تو واقعی اس کا مضمون بہت لطیف ہے۔

اس حدیث میں حکم تکلفی بیان کیے گئے ہیں، شارح نے نماز میں قرأت سورۃ الفاتحہ کے وجوب و فرض کا ذکر کیا ہے۔

**گرامر کے ساتھ شرح**

قَالَ ابْنُ مَاجَةَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ ( ح ) وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضَيْلٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّيْدِ بِالْمِعْرَاضِ ، قَالَ: مَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ ، وَمَا أَصَبْتَ بِعَرْضِهِ فَهُوَ وَقِيدٌ.<sup>23</sup>

امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: عمرو بن عبد اللہ از وکیع از علی بن المنذر از محمد بن فضیل از زکریا بن ابی زاید از عامر وہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ہتھیار کی چوڑان سے شکار کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو تیر کی نوک سے مرے اسے کھاؤ، اور جو اس کے عرض (چوڑان) سے مرے وہ مردار ہے۔“

**مفہوم الحدیث:**

شکار کو چھید ڈالنے کی صورت میں اس سے خون بہے گا جو ذبح کا اصل مقصود ہے، اور آڑا لگنے کی صورت میں صرف چوٹ لگے گی اور خون بہے بغیر شکار مرجائے گا۔

قال الشارح: (وقيد) بالذال المعجمة بمعنى موقود، أي: حكمه حكم الموقودة المنصوص على تحريمها في الآية، والموقودة المقتولة بغير محدد من عصا أو حجر أو غيرهما.<sup>24</sup>

**وضاحت:**

شکار کو تیر نوک کے بجائے چوڑائی میں لگے تو وہ چوٹ لگنے کے حکم میں ہوگا، حدیث میں لفظ وقید ہے، شارح سندھی رحمہ اللہ واضح کرتے ہیں کہ وقید اسم مفعول موقود کے حکم میں ہے جسکی حرمت پر قرآنی آیت بطور نص موجود ہے۔

<sup>23</sup> ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، أبواب الصيد - باب صيد المعراض، مجلد: 4، صفحة: 369، رقم الحديث: 3214

<sup>24</sup> حاشية السندي، مجلد: 2، صفحة: 292

### متعارض احادیث میں تطبیق

احادیث میں تعارض آجائے تو شارحین اس میں تطبیق کی صورت پیدا کرتے ہیں، تعارض دور کرنے کے لیے جمع کی کوشش کی جاتی ہے ایسا مفہوم نکالا جاتا ہے جس سے دونوں پہ عمل ہو سکے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو نسخ اور ترجیح کی کوشش کی جاتی ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو عمل پہ توقف کیا جاتا ہے۔

قَالَ ابْنُ مَاجَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ.<sup>25</sup>

امام ابن ماجہ بیان کرتے ہیں: محمد بن عبد اللہ بن نمیر و علی بن محمد و محمد بن بشار از وکیع از اعمش از شقیق وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔“

مفہوم الحدیث: حقوق العباد میں جان لینے کا معاملہ سب سے شدید ہے، اس لیے قیامت کے دن سب سے پہلے ان معاملات کا فیصلہ ہو گا۔  
قال الشارح: (أول ما يقضى بين الناس) أي: فيما بينهم وإلا ففيما بينه وبين الله أول ما يقضى هو الصلاة كما جاء به وبه اندفع التعارض.<sup>26</sup>

### وضاحت:

اس حدیث میں خون کے بارے کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے اس کا حساب ہو گا، جبکہ دوسری حدیث میں نماز کے بارے ایسا کہا گیا ہے، ابو الحسن سندھی نے دو احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون کا حساب ہو گا۔

### خلاصہ کلام

حدیث کی کسی بھی شرح کا بنیادی حصہ یہی ہوتا ہے کہ اس میں حدیث کی شرح کے کیا اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں، کن اصولوں کے مطابق اس میں احادیث کی توضیح پیش کی گئی ہے، حدیث کی شرح میں کہاں سے استفادہ کیا گیا ہے، وضاحت حدیث میں کیا منہج و اسلوب اپنایا گیا ہے۔

حاشیہ سندھی میں شارح نے حدیث کی تشریح و توضیح میں بہت عمدہ، سہل اور آسان، عام فہم انداز اختیار کیا ہے، مگر اہل علم کی پیاس بجھانے کے لیے ضروری علمی ابحاث بھی زیر بحث لائے ہیں۔ منہج و اسلوب کا معیار محققانہ، انداز بیانیہ اور توضیح و تشریح عالمانہ و فاضلانہ ہے۔

احادیث کی تشریح و استشہاد کے لیے آیات قرآنیہ سے استدلال آپ کا میزہ ہے جس سے نفس حدیث کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں وارد الفاظ کی تفہیم کے لیے اصول فقہ کے قواعد کی ضرورت ہوتی ہے، اس ضرورت کے پیش نظر بہت سی جگہوں پر کسی حکم یا مسئلہ کی توضیح اس اعتبار سے بھی کی ہے کہ یہ واجب ہے، فرض ہے، سنت ہے یا مستحب ہے۔ وغیرہ

25 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، أبواب الديات - باب التغليظ في قتل مسلم ظلما، مجلد: 3، صفحة: 636، رقم الحديث: 2615

26 حاشية السندي، مجلد: 2، صفحة: 133



سلف کی کتب اور شروحات سے بھرپور استفادہ کیا ہے، اسی طرح بعض احادیث میں ظاہری طور پر تعارض پایا جاتا ہے۔ جس کا حل اور تطبیق اہل علم پر مخفی نہیں ہوتا، مگر طلبہ و متعلمین کے لیے اسے سمجھنا دشوار ہوتا ہے، شارح رحمہ اللہ نے تعارض بین الاحادیث کو بھی خوب احسن طریقے سے حل کیا ہے اور ایسی احادیث جن کے درمیان ظاہری طور پر تضاد پایا جاتا ہے، منہج سلف کے مطابق ان کے درمیان تطبیق کی ممکنہ صورتیں بھی بیان کی ہیں۔

#### مصادر و مراجع

مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري النيسابوري، صحيح مسلم، الناشر: دار الجيل - بيروت (مصورة من الطبعة التركية المطبوعة في استانبول سنة 1334 هـ)، عدد الأجزاء: 8، ترقيم الأحاديث، وفق طبعة: (دار إحياء الكتب العربية - القاهرة) ابن ماجه، أبو عبد الله محمد يزيد الرّبيعي - مولا هم - القزويني (209 هـ - 273 هـ)، سنن ابن ماجه، حققه وعلق عليه وحكم على أحاديثه: عصام موسى هادي، الناشر: دار الصديق للنشر، الجليل - السعودية، الطبعة: الثانية، 1435 هـ - 2014 م السندي، محمد بن عبد الهادي التتوي، أبو الحسن، نور الدين (ت 1138 هـ)، حاشية السندي على سنن ابن ماجه = كفاية الحاجة في شرح سنن ابن ماجه، الناشر: دار الجيل - بيروت، بدون طبعة الحاكم، أبو عبد الله، محمد بن عبد الله النيسابوري [ت 405 هـ]، معرفة علوم الحديث، الطبعة: الأولى 1356 هـ - 1937 م، الناشر: جمعية دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن - الهند البوصيري، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل بن سليم بن قايماز بن عثمان الكناني الشافعي (المتوفى: 840 هـ)، مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه، تحقيق: محمد المنتقى الكشناوي، الناشر: دار العربية - بيروت، الطبعة: الثانية، 1403 هـ العلامة عبد الحئی بن فخر الدين الحسينی: الاعلام بمن فی تاریخ الهند من الاعلام المسمى بـ (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر)، تذكرة تحت طبقة ثانية عشرة في اعيان القرن الثاني عشر - مطبوعة دار ابن حزم، بيروت، لبنان، 1420 هـ / 1999 م